علّامہ ابن درید اور اُن کا مقصُورہ

پروفیسر وائی۔ ایس۔ طاہر علی

علامہ ابن درید کا پورا نام' محمد بن الحسن بن درید[۱] ہے اور ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ بصرہ شہر میں ۲۲۳ھ میں ان کی ولادت ہوئی[۲] اور انہوں نے وہاں علم لغت اور اشعار عرب کی تعلیم اساتذۂ وقت سے حاصل کی۔ ۲۵۷ھ میں جب زنجیوں نے بغاوت شروع کی تو وہ اپنے چچا کے ساتھ عمّان چلے گئے جہاں وہ بارہ سال تک رہے[۳]۔ اور اس کے بعد پھر بصرہ لوٹ آئے۔ اب کی دفعہ انہیں فارس جانا پڑا جہاں شاہ میکال اور ان کے صاحبزادے اسماعیل اور پوتے عبداللہ گورنر تھے۔ فارس میں ان کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ تمام فرامین پر ان کی مہر ثبت ہوتی تھی اور کوئی فرمان ان کے مشورے کے بغیر جاری نہ ہوتا تھا[۴]۔ ۳۰۸ھ میں اسماعیل اور عبداللہ گورنری سے معزول ہو گئے[۵] اور ابن درید وہاں سے بغداد چلے آئے[۶]۔ بغداد میں ابن الحواری نے خلیفہ المقتدر باللہ کے پاس ان کی

---

[۱] لفظِ درید میں ترخیم اور تصغیر دونوں ہیں۔ اَدرَد' اس شخص کو کہتے ہیں جس کے دانت گر گئے ہوں۔

[۲] و [۳] و [۴] و [۵] و [۶] ابن خلکان، وفیات الاعیان۔

سفارش کی۔ چنانچہ ہر ماہ انہیں پچاس دینار سرکاری خزانہ سے بطور وظیفہ تادم زیست ملتا رہا۔[۱]

ان کے اساتذہ اپنے وقت کے بڑے نامور فضلاء تھے[۲] مثلاً ابو حاتم السجستانی، ابوالفضل الریاشی، ابوعثمان الاشناندانی اور عبدالرحمن بن عبداللہ (یہ اصمعی کے بھتیجے تھے) اور اسی طرح ان کے شاگرد بھی بڑے پایہ کے ادیب اور عالم ہو گزرے ہیں[۳] ابوالفرج الاصفہانی، ابوعلی القالی، ابوقاسم الآمدی، الرمانی، المرزبانی اور ابن خالویہ۔

قدرت نے انہیں بچپن سے ایک تیز اور قوی حافظہ ودیعت کیا تھا۔ ابوعلی القالی کی روایت[۴] ہے کہ ایک دن ابن درید اپنے استاد الاشناندانی کے پاس حارث بن حلزہ کا معلقہ پڑھ رہے تھے اس وقت ان کے چچا حسین بن درید آئے اور الاشناندانی کو حسب معمول کھانے کے دسترخوان پر لے گئے اور ابن درید سے یہ کہہ گئے کہ اگر تم نے اس قصیدہ کو ازبر کرلیا تو تمہیں انعام دوں گا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو دونوں ایک گھنٹے تک باتیں کرتے رہے۔ اسی اثناء میں ابن درید نے مذکورہ قصیدہ یاد کرلیا جب استاد آئے تو ابن درید نے سارا قصیدہ زبانی پڑھ سنایا اور اپنے چچا سے حسب وعدہ انعام لے لیا۔

آگے چل کر یہ حافظہ قوی تر ہوگیا اور جب کبھی کسی شاعر کے اشعار ان کے سامنے پڑھے جاتے تو وہ فوراً یاد کر لیتے تھے[۵] یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی ضخیم کتاب پہلی دفعہ فارس میں اور پھر بصرہ اور بغداد میں زبانی نقل کی[۶] اور صرف پہلی بار "باب الهمز

---

[۱] ابن خلکان: وفیات الاعیان

[۲] ڈاکٹر عبدالستار صدیقی الہ آباد یونیورسٹی اسٹڈیز ابن درید اور دخیل الفاظ۔

[۳] ایضاً وابن خلکان: وفیات الاعیان [۴] زہیر الشاویش: مقدمہ شرح الخطیب التبریزی

[۵] ایضاً۔ [۶] کہا جاتا ہے کہ الجمہرہ میں الفاظ میں اس لئے اختلاف پایا جاتا ہے کہ علامہ ابن درید ایک ہی چیز کو کئی طور پر لکھ گئے ہیں۔

واللفیف" میں ان کو کچھ کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا۔[1]

کتابوں سے انہیں والہانہ شیفتگی اور دلبستگی تھی اور وہ کتابوں کو " متنزھات القلوب" (یعنی دل ودماغ کے لئے تفریح کے مقامات) کہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک محفل میں کئی ارباب ذوق جمع تھے۔ وہاں اتفاق سے ابن درید بھی آگئے۔ اور دنیا کے بہترین مقامات کا ذکر چھڑ آیا۔[2] کسی نے کہا بہترین جگہ 'غوطۂ دمشق' ہے۔ تو کسی نے کہا 'نہر اُبلّہ' ہے اور کسی اور نے کہا سغد سمرقند ہے۔ اور وہ بھی لوگ تھے جنہوں نے باری باری سے نہروانِ بغداد۔ شعب بوّان اور نوبہار بلخ کے نام لئے۔ ابن درید بالکل خاموشی سے سنتے رہے اور جب سب کہہ چکے تو انہوں نے کہا " بھئی یہ تمام مقامات آنکھوں کو تازگی بخشنے والے ہیں۔ اب ان مقامات کو گناؤ جو دل و دماغ کے لئے سامانِ تفریح مہیا کرتے ہیں۔ سب کے سب حیران تھے اور کسی سے بھی جواب نہ بن پڑا۔ لاچار ہوکر سب نے ابن درید سے کہا کہ تم ہی بتاؤ کہ وہ کون کون سے ہیں ؟ اس پر ابن درید نے قتبی کی 'عیون الاخبار'۔ ابن داؤد کی 'الزہرہ' اور ابن ابی طاہر کی 'قلق المشتاق' کے نام گنوائے اور کہا کہ یہ وہ کتابیں ہیں جن کے مطالعہ سے دل اور دماغ کو فرحت اور بالیدگی عطا ہوتی ہے اور پھر آپ نے حسب حال یہ اشعار پڑھ کر سنانا شروع کئے ؎

وَ مَنْ تَکُ نزهَتُهُ قَینَةٌ وَکَأسٌ تصبُّ وکَأسٌ تحثُّ
فَنزهَتُنَا وَ اسْتِرَاحَتُنَا تلاَقِي الْعُيُون ودَرْسُ الكُتُبْ

(وہ اور لوگ ہوں گے، جنہیں رقص و سرود سے غرض ہوا کرتی ہے۔ ہم تو احباب کی ملاقات اور کتابوں کے مطالعہ کے طالب ہیں۔)

کہتے ہیں کہ یہ علمی وارفتگی اس حد تک تجاوز کر چکی تھی کہ وہ بہت سے علمی اور ادبی مسئلے نیند میں حل کرلیا کرتے تھے۔ خود ان کا اپنا بیان

---

[1] ابن خلکان : وفیات الاعیان۔

[2] یہ ابونصر المیکالی کی روایت ہے۔

ہے[1] کہ ایک مرتبہ میں فارس میں اپنے مکان کی چھت سے نیچے گر پڑا، اور میری ہنسلی ٹوٹ گئی۔ میں رات بھر کراہتا رہا اور مجھے نیند نہ آئی۔ بالآخر پچھلی شب آنکھ لگ گئی اور میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک زردرُو اور بلند قامت انسان دروازے کی چوکھٹ تھامے ہوئے کھڑا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے کہ "بہترین شعر جو تم نے شراب کی تعریف میں کہا ہے سناؤ"۔ میں نے کہا میری کیا مجال ہے کہ ابو نواس کے بعد شراب کی تعریف میں کچھ کہہ سکوں۔ وہ بولا۔ جانتے ہو میں کون ہوں؟ میرا نام ابو ناجیہ ہے اور میں شام کا باشندہ ہوں۔ ابو نواس کی میرے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ سنو! شراب کی تعریف میں میں نے کہا ہے ؎

وحمراء قبل المزج صفراء بعدہٗ   بدت بین ثوبی نرجس وشقائق

حکت وجنۃ المشتاق صرفا فسلطوا   علیہا مزاجًا فاکتست لون عاشق

کہو یہ اشعار کیسے ہیں؟ میں نے کہا۔ ٹھیک نہیں۔ تم نے پہلے "حمراء" کہا اور "بدت بین ثوبی نرجس وشقائق" کہہ کر "صفراء" لے آئے ہو۔ اس پر وہ کہنے لگا، ارے تمہارا بھلا ہو، نیند میں بھی تم اتنی چھان بین کرتے ہو!۔

کہا جاتا ہے کہ علامہ ابن درید کا جنم ایک مالدار خاندان میں ہوا تھا اور ان کے والد بڑے متموّل تھے[2]۔ چنانچہ ان کی پرورش بڑے نازونعم سے ہوئی تھی۔ ان کے دروازے پر اگر کوئی آتا تو خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔ بعض وقت وہ سائل کو اس قدر دیتے تھے کہ گھر میں چاندی کا ایک سکہ بھی نہ ہوتا تھا۔ ایسی صورت میں وہ سائل کو گھریلو اشیا بھی دے دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ان کے پاس ایک سائل

---

[1] ابن خلکان: وفیات الاعیان۔ قاضی ابن خلکان اس کے متعلق ایک دوسری روایت بحوالہ ابو علی الفارسی النحوی بیان کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ یہ دونوں شعر ابن درید ہی کے ہیں اور خواب میں انہوں نے ابلیس کو دیکھا تھا کہ وہ ان دونوں شعروں کو سن کر سر دھن رہا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتا تھا کہ تم نے اس میں کچھ غلطی کی ہے اور پھر باقیماندہ مذکورہ بالا بات سنائی۔ [2] الخطیب البغدادی: تاریخ بغداد

آیا اور اس نے اپنی حاجتمندی کا اظہار کیا۔ اتفاق سے اس وقت ان کے گھر میں سوائے ایک شراب کے مٹکے کے کچھ نہ تھا۔ انہوں نے سائل کو وہی دے دیا۔[1] نوکر کو یہ بات بہت ناگوار گزری لیکن ابن درید نے قرآن پاک کی یہ آیۂ شریفہ سناکر اسے خاموش کر دیا کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ، یعنی نیک نامی انہی لوگوں کو میسر ہے جو اپنی جان سے بھی عزیز تر چیز کو خرچ کر دیتے ہیں۔ عجیب اتفاق ہوا کہ اسی دن شام ہونے سے پہلے کسی نے ان کو دس مٹکے شراب کے بھیج دیئے اس پر وہ کہہ اُٹھے ، مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی ایک نیکی کرو اور دس پاؤ۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوا کہ علامہ ابن درید بھی حضرت غالب کے مانند "یک گونہ بیخودی" کے طالب ہوا کرتے تھے، لیکن اس بارے میں ہمیں دو تین گروہ کی مختلف شہادتیں ملتی ہیں جن کا بیان دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ ابو منصور الازہری کہتے ہیں[2] کہ میں نے انہیں بڑھاپے میں نشہ کی حالت میں پایا اور وہ نشہ میں ایسے ہوگئے تھے کہ برابر بول بھی نہ پاتے تھے۔

ابن کثیر کہتے ہیں[3] کہ وہ اتنا پیتے تھے کہ آپے سے باہر ہو جاتے تھے۔

ابو ذر الہروی بحوالۂ ابن شاہین لکھتے ہیں[4] کہ ہم ابن درید سے ملنے جایا کرتے تھے لیکن ان کے مکان پر آلات موسیقی اور مئے ناب دیکھ کر ہم کو شرمندگی محسوس ہوتی تھی۔

ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ نبیذ (کھجور سے بنائی ہوئی) پیا کرتے تھے جس کے پینے کی اہل عراق کو عادت تھی[5] اور بعض کا یہ کہنا ہے کہ اگر پی بھی تھی تو بعد میں توبہ کرلی تھی[6]۔

---

[1] تاریخ بغداد۔ وفیات الاعیان۔ [2] مقدمہ تہذیب اللغۃ ، والفیتہ انا علی کبر سنہٖ سکران لایکاد یستمر علی الکلام من سکرہ۔ [3] البدایۃ والنہایۃ : کان متہتکاً فی الشراب منہمکاً فیہ۔ [4] ابن خلکان : وفیات الاعیان ، کنا ندخل علی ابن درید ونستحیی منہ لما نری من العیدان المعلقۃ والشراب المصفیٰ وقد جاوز التسعین سنۃً۔ [5] مبلغ الظن انہ کان یشرب النبیذ علی مذہب اہل العراق۔ [6] ان کان قد شرب فہو قد تاب۔

اور تیسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ سب تہمت اور الزام ہے[1]

لیکن ان کے مقصورہ میں ہے

یارب لیل جمعت قطریہ لی　　　بنت ثمانین عروساً تجتلی

اور اس کے بعد کے چھ شعر پڑھنے سے ہمیں یقین ہوجاتا ہے کہ علامہ ابن درید پر بھی 'یک گونہ بیخودی' مجھے دن رات چاہیئے ' والا مضمون بالکل چسپاں ہوتا ہے کیونکہ وہ اس حالت میں ایسے ایسے اشعار کہا کرتے تھے جو شاہکار ثابت ہوئے۔ خود ہی کہتے ہیں ؎

کان نور الروض نظم لفظہ　　　مرتجلاً او منشداً او ان شدا

بہرکیف علامہ ابن درید اپنے زمانہ میں ایک اعجوبۂ روزگار کی حیثیت رکھتے تھے اور قریب ساٹھ سال تک انہوں نے علم و فضل کا قلمدان اپنے ہاتھوں میں رکھا۔ ان کے کچھ لوگ مدّاح ہیں اور کچھ حاسد۔ مدّاح کے گروہ میں مرزبانی، ابوالطیب اللغوی' مسعودی، ابن خلکان وغیرہ ہیں۔

مرزبانی کہتے ہیں کہ وہ علماء کے سرگروہ تھے۔ لغت، انساب اور اشعار عرب میں کوئی ان کا ہم پلّہ نہ تھا[2]

ابوالطیب اللغوی کہتے ہیں کہ بصری مکتب خیال سے وہ 'خاتم اللغویین' کہلانے کے مستحق ہیں اور روایت و درایت میں بے نظیر ہیں[3]۔

مسعودی کہتے ہیں کہ علم اللغت کا ان پر خاتمہ ہے اور ان کا مقام خلیل بن احمد سے کم نہیں۔ ان کی کتابوں میں ہم کو ایسی ایسی باتیں ملی ہیں جن کا وجود متقدمین کی کتابوں میں مفقود ہے[4]۔

---

[1] لعل ہذا کلہ من التہمۃ۔ [2] کان رأس اہل العلم والمتقدم فی احفظ اللغۃ والانساب واشعار العرب

[3] ہو الذی انتہت الیہ لغۃ البصریین وکان احفظ الناس واوسعہم علماً۔ [4] انتہی فی اللغۃ و قام مقام الخلیل بن احمد فیہا واورد اشیاء فی اللغۃ لم توجد فی کتب المتقدمین۔

ان ہی کے ہم نوا ابن خلکان ہیں جو لکھتے ہیں کہ ابن درید اپنے زمانہ میں علم لغت اور علم ادب کے مستند عالم تھے[1]

ان کے برعکس ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کی روایت اور درایت پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے عربی زبان میں نئے نئے الفاظ تراشے ہیں جو کبھی سننے میں نہ آئے[2]

مثلاً حمزہ لکھتے ہیں کہ ایک دن ابوبکر الابہری المالکی، ابن درید کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ابن درید کے ہاتھ میں کچھ اوراق تھے، جس میں اصمعی کی روایت کی ہوئی باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ لیکن کبھی ان اوراق میں سے ایک بات کہہ کر وہ ریاشی کا حوالہ دیتے تھے اور کبھی سجستانی کا اور کبھی عبدالرحمٰن کا[3]۔

یا ازہری کی ایک اور روایت ہے کہ نفطویہ، ابن درید کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اور ان کی روایت کو غیر مستند جانتے تھے[4]

یا پھر دارقطنی کو لیجئے، وہ کہتے ہیں کہ ابن درید کے بارے میں لوگوں کے کچھ اقوال ہیں[5]۔

لیکن سیوطی کہتے ہیں[6] کہ ابن درید ان سب باتوں سے مبرّا ہیں اور اگر نفطویہ نے علامہ ابن درید کے خلاف یہ اشعار لکھے ہیں ؎

---

[1] امام عصرہ فی اللغۃ والادب [2] الازہری اپنی تہذیب اللغۃ کے مقدمہ میں کہتے ہیں، وممن الّف فی زماننا الکتب فرمی بافتعال العربیۃ وتولید الالفاظ وادخال مالیس عن کلام العرب فی کلامھا ابوبکر محمد بن درید۔ الخ [3] جلست الی جنب ابن درید وہو یحدث ومعہ جزء فیہ ماقال الاصمعی، فکان یقول فی واحد: حدثنی الریاشی وفی آخر حدثنا ابوحاتم وفی آخر حدثنا ابن اخی الاصمعی عن الاصمعی کما یجی علی قلبہ۔ [4] وسئلت ابراہیم بن محمد بن عرفۃ عنہ فلم یعبأ بہ، ولم یوثقہ فی روایتہ۔

[5] وسئل عنہ الدارقطنی أثقۃ ہو ام لا؟ فقال تکلموا فیہ [6] المزہر۔

ابنُ دریدٍ بقرۃ — وفیہ عِیٌّ وشرہ
ویدّعی من حمقہ — وضعَ کتابِ الجمہرہ
وھو کتابُ العین الّا — إنہُ قد غیّرہ

تو اس سے پہلے ابن درید نے نفطویہ کے بارے میں یہ اشعار کہے تھے ؎

لو أُنزِل الوحیُ علی نفطویہ — لکان ذلک الوحی سخطاً علیہ
وشاعرٌ یدعی بنصف اسمہ — مستأھل للصفع فی اخدعیہ
احرقہ اللہ [illegible] اسمہ — وصیّر الباقی صراخاً علیہ

اس قسم کے اقوال کا فیصلہ متنبی نے خوب کیا ہے جب کہ یہ شعر کہا ؎

واذا اتتکَ مذمّتی من ناقصٍ — فھی الشھادۃُ لی بانّی کامل

اس عالم متبحر نے حسب ذیل تصنیفات اپنے پیچھے چھوڑی ہیں :-

(۱) ادب الکاتب (۲) الامالی (۳) الانواء (۴) روّاد العرب (۵) کتاب الخیل الکبیر (۶) کتاب الخیل الصغیر (۷) تقویم اللسان (۸) اللغات فی القرآن (۹) غریب القرآن (ناتمام) (۱۰) الملاحن والمقتبس (۱۱) الوشاح (۱۲) المطر (۱۳) المقصور والممدود (۱۴) السلاح (۱۵) فعلت وافعلت (۱۶) الجمہرۃ فی اللغۃ (۱۷) الاشتقاق (۱۸) المجتنی (۱۹) السرج واللجام (۲۰) المقصورۃ الکبیرۃ (۲۱) المقصورۃ الصغیرۃ[1]

جب ان کی عمر نوّے سال کی ہوئی تو ان پر فالج گرا[2]۔ اور قریب دو سال اس موذی مرض میں مبتلا رہے۔ اس دوران میں اگر وہ کسی کی آہٹ سنتے تھے تو انہیں بُرا معلوم ہوتا تھا

---

[1] المقصورہ کئی بار چھپ چکا ہے اور الجمہرۃ فی اللغۃ کو دائرۃ المعارف حیدرآباد (دکن) نے مستشرق کرینکو سے تصحیح کرانے کے بعد چھاپ دیا ہے۔ اسی طرح اسی ادارہ نے المجتنی کو بھی شائع کیا ہے۔ کتاب الاشتقاق کو ۱۸۵۴ء میں مستشرق Wuestenfeld نے Goettingen میں شائع کیا اور ۱۸۸۵ء میں کتاب السرج واللجام کو مستشرق [illegible] نے لیڈن سے شائع کیا ہے۔ [2] ابن خلکان، وفیات الاعیان

[3] ایضاً

لیکن ان کے شاگرد ابوعلی القالی کہتے ہیں کہ ان دنوں بھی ان کا دماغ بالکل صحیح کام کر رہا تھا اور لغت یا لسانیات کی کوئی بات ان سے پوچھی جاتی تو وہ فوراً صحیح جواب دیتے تھے[۱]۔ بالآخر ۳۲۱ھ میں شعبان کی اٹھارہ تاریخ بدھ کے روز وہ اس دار فانی سے رحلت کر گئے[۲]۔ اسی دن ایک اور عالم متبحر کا انتقال ہوا جو معتزلی تھے اور متکلمین میں بہت بلند پایہ تھے یعنی ابو ہاشم عبدالسلام بن محمد الجبائی۔ اسی لئے لوگ کہا کرتے تھے کہ آج علم اللغت اور علم الکلام ایک ساتھ رحلت کر گئے[۳]۔

جحظۃ البرمکی[۴] نے ان کی موت پر جو اشعار کہے تھے وہ یہ ہیں:-

فقدت بابن درید کل منفعۃ لما غدا ثالث الاحجار والترب

وکنت ابکی لفقد الجود مجتھدا فصرت ابکی لفقد الجود والادب

اسی طرح بغدادیوں میں سے ایک شاعر نے ان کی شان میں ایک طویل مرثیہ لکھا تھا[۵]، جس میں ۵۳ اشعار تھے اور ان میں سے حسب ذیل اشعار ہم یہاں قلمبند کرتے ہیں:-

فقدناک فقدان المصابیح فی الدجی اذا انصل عن قصد الھدایۃ مقصد

جیسے اندھیری رات میں کوئی چراغ بجھ جائے اسی طرح ہم بھی تم کو کھو بیٹھے۔

ومانت بموت العلم منک قلوبنا وکنت حیا ھا لم تزل بک ترشد

تمہارے ساتھ تمہارا علم بھی گیا اور ہمارے دلوں کو پژمردہ کر گیا۔ اب کون تازگی بخشے گا؟

لتبکک ابکار المعانی وعونھا وغرالقوافی حین تروی وتنشد

اب ندرت خیال اور پختگی مضامین بلکہ شعر و شاعری تمہارا ماتم کرتے رہیں گے۔

تسیر مسیر الانجم الزھر کلما خبا ضوء شعر اشرقت تتوقد

تمہارے اشعار مثل انجم تابان رہیں گے۔

---

[۱] ابن خلکان: وفیات الاعیان [۲] ایضاً۔ المسعودی: مروج الذہب۔

[۳] ابن خلکان: وفیات الاعیان [۴] جحظہ کا پورا نام احمد بن جعفر ہے۔

[۵] ابوعلی القالی: کتاب ذیل الامالی والنوادر۔

لانشرت بالعلم الخلیل فخلتنا فشاهدہ اذ فعنامنك مشهد

تم نے اپنے علم سے خلیل بن احمد کو زندہ کر دیا۔ جس کسی محفل میں ہم تم کو دیکھتے ہیں تو خ: احمد یاد آجاتے ہیں۔

وجالستنا بالاصمعی و معمر واوجدتنا مالم یکن قبل یوجد

تم اصمعی اور ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ کے ہم پلہ معلوم ہوتے ہو اور اس سے پہلے زما: کسی نے وہ بات پیدا نہ کی جو تم نے کی ہے۔

وخلنا اباز ید لدینا ممثلا وانت بفضل العلم اعلی وازید

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ابوزید الانصاری اب تک موجود ہیں حالانکہ تمہارا علم و فضل بہت:

وشاهدتنا بالمازنی وعلمه وما غاب عنا اذحضرت المبرد

ہم کو مازنی اور مبرد بھی اسی محفل میں نظر آتے ہیں جہاں تم ہوتے تھے۔

وکنت اماما فی الروایة کلها یضاف الیك الصدق فیها ویسند

ہر روایت میں تم پیش پیش رہتے تھے اور تمہاری روایتیں صحیح اور مستند ہوا کرتی تھیں

هوت انجم الاداب والعلم واغتدت

ریاضهما من بعده وهو همد

علم و ادب کے ستارے تمہارے بعد ماند پڑ گئے۔

مقصورہ

مقصورہ اس قصیدہ کا نام ہے جو ابن درید نے میکالیوں کی مدح میں لکھا تھ
یہ قصیدہ نہ صرف ابن درید کی شہرت کا واحد کفیل ہے، بلکہ جب تک عربی زبان بولی گی، اس وقت تک اس قصیدہ کی وجہ سے شاہ ابن میکال اور ان کے بیٹے اور پوتے نام اسی طرح باقی رہے گا جس طرح کہ متنبی کی وجہ سے سیف الدولہ اور ابن ہانی کی سے المعز لدین اللہ الفاطمی کا نام غیر فانی ہو چکا ہے۔ انہوں نے دراصل دو مقصورے لکھے ہیں، ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا۔ بڑے مقصورہ میں ۲۵۲ اشعار ہیں اور چھوٹے:

کم از کم اہم اشعار ہیں۔ ان کو مقصورہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے اشعار کے قافیوں میں وہ تمام الفاظ ہیں جن کے آخر میں الف مقصورہ ہے مثلاً عصا، ھدٰی، علیٰ، وغیرہ۔ بعضوں نے مقصورہ کے معنی مکان یا محل کے لئے ہیں جس میں مہ جبین رہتے ہیں۔ مسجد میں اس محفوظ مقام کو بھی مقصورہ کہتے ہیں جہاں کوئی بادشاہ یا والی نمازِ جماعت کے لئے کھڑا ہوتا تھا۔ اور ایسی محفوظ جگہ سب سے پہلے حضرت معاویہؓ نے اپنے لئے مخصوص کی تھی[1] بہر نوع ندرتِ خیال اور جدّت ادا کی بنا پر اس قصیدہ کا ہر شعر ایک مہ لقا کے مانند ہے، جس کی طرف علامہ جمال الدین بن الجوزی نے اپنی تقریظ میں اشارۃً کہا ہے[2]:

ھی من المشھورات فی الانام والمقصورات لا فی الخیام۔

میکالیوں نے ابن درید کو اپنے ہاں بُلا کر ایسے ایسے انعام واکرام دیئے کہ شاعر کے دل سے دُعائیں نکلنے لگیں جس میں تملق یا خوشامد کا کوئی پہلو نہیں معلوم ہوتا۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں[3]:۔

حاشا الامیرین اللذین اوفدا علیّ ظلا من نعیم قد ضفا

ان ابن میکال الامیر انتاشنی من بعد ما قد کنت کالشئ اللقا

ومدّ ضبعیّ ابو العباس من بعد انقباض الذرع والباع الوزیٰ

اس قصیدہ کو لکھنے کے وقت ابن درید کافی سن رسیدہ ہو چکے تھے۔ جیسا کہ خود کہتے ہیں ؎

استحی بیضا بین افوادک ان یقتادک البیض اقتیاد المھتدیٰ

ھیھات ما اسفع ھاتا زلۃ اطربا بعد المشیب والجلا

فان امت فقد تناھت لذتی وکل شئ یبلغ الحد انتھیٰ

---

[1] الفخری والکامل للمبرّد

[2] شرح مقصورہ لابن درید: المکتبۃ المحمودیۃ التجاریۃ بمصر۔

[3] ابن درید: مقصورہ۔

پورا قصیدہ پڑھنے سے ذہن میں تین باتیں ابھرتی ہیں :۔

(۱) ان کی زندگی کے کچھ حالات

(۲) عربی کے چوٹی کے شعرا کا خصوصی باتوں میں تتبع اور ان سے گوئے سبقت لے جانا

(۳) اسلامی رنگ

ان کی زندگی کے جو حالات اس میں پائے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں :۔ یَعرب کے خاندان سے ان کا تعلق۔ عراق میں ان کی ناکامی لیکن پھر بھی عراق سے اور اہل عراق سے دلبستگی۔ دارس کا سفر اور اپنے ممدوحین کی نوازشات شاہانہ۔ سفر کی صعوبتیں۔ مے نوشی اور دیگر لذائذ۔

انہوں نے اس قصیدہ میں بلا امتیاز زمانہ، عرب کے مشہور شعرا کا چند خصوصی باتوں میں تتبع کیا ہے اور پھر ان سے دو چار ہاتھ آگے بڑھ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ تمام خوبیاں جو ان مشہور شعرا میں انفرادی طور پر پائی جاتی ہیں، اس قصیدہ میں مجموعی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً شنفری اپنے 'لامیۃ العرب'[۱] میں کہتا ہے کہ میرے لئے تین چیزیں کافی ہیں[۲]:۔ (۱) توانا دل (۲) چمکتی ہوئی تلوار اور (۳) لمبی کمان۔ یا طرفہ اپنے مشہور معلقہ میں تین چیزوں کو چاہتا ہے[۳]:۔ (۱) شراب جس میں اگر پانی ملایا جائے تو جھاگ اٹھنے لگے (۲) گھوڑا جو سرپٹ بھاگے (۳) وصالِ محبوب۔ اسی طرح ابن درید کو بھی تین چیزیں پسند ہیں[۴]:۔

---

۱ بعض ادیبوں اور نقادوں کا خیال ہے کہ لامیۃ العرب کا کہنے والا شنفری نہیں ہے۔

۲ لامیۃ العرب : ثلاثۃ اشیاء فؤاد مشیّع و ابیض اصلیت و صفراء عیطل

۳ المعلقہ : فمنھن سبقی العاذلات بشربۃ کمیت متی ما تعل بالماء تزبد

وکرّی اذا نادی المضاف محنبا کسید الغضا نبھتہ المتورد

وتقصیر یوم الدجن والدجن معجب ببھکنۃ تحت الخباء المعمد

۴ مقصورہ : ازال حشو نثرۃ موضونۃ حتیّ اواری بین اثناء الحشی

وصاحبی صارم فی متنہ مثل مدب النمل یعلو فی الربی

(۱) شجاعت (۲) گھوڑا اور (۳) شمشیر آبدار ۔ یہ تینوں وہ اس لئے نہیں چاہتے کہ جنگ بسوس جیسی لڑائی میں استعمال کریں بلکہ وہ شجاعت کو بلند حوصلگی کے لئے چاہتے ہیں اور گھوڑا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اور شمشیر آبدار دشمنوں کے دل و جگر کو کاٹنے کے لئے چاہتے ہیں۔

ان کا گھوڑا ڈیل و ڈول میں بالکل بے عیب ہے اور تیز رفتاری میں "امرؤالقیس" کے گھوڑے کو بھی مات کر دیتا ہے۔ دیکھیئے امرؤالقیس اپنے گھوڑے کا وصف یوں بیان کرتا ہے[۱] کہ اس کی دونوں جانب ہرنی جیسی ہیں۔ اس کی ٹانگیں شتر مرغ جیسی ہیں، اس کا بھاگنا بھیڑیے کی مانند ہے اور اس کی جست لومڑی کی سی ہے۔ لیکن انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اگر ایسا گھوڑا مل جائے تو شہسواری کے لئے نہیں بلکہ کسی عجائب خانہ کی زیب و زینت ہو سکتا ہے برعکس اس کے ابن درید کا گھوڑا جب بھاگتا ہے تو آس پاس کی ہوائیں قلابازیاں مارتی ہیں وہ بھاگتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ایک روشنی تھی جو چمکی اور غائب ہوئی یا ایک بجلی تھی جو کوندی اور ختم ہو گئی[۲]۔

پھر ان کے اونٹ کو لیجیئے، وہ حاجیوں کو مکہ معظمہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کی طرف لے جاتا ہے۔ اور طرفہ اور عنترہ کے اونٹ کے مانند نہیں جو کسی مہ جبین کو لے جا رہا ہو یا کسی عاشق زار کو۔

اور بھی کئی باتیں ہیں مثلاً جب اپنے خاندان یعنی یعرب کے قبیلہ کا ذکر کرتے ہیں تو غیروں کو مثل فردوسی برا بھلا نہیں کہتے[۳] اور نہ ہی عمرو بن کلثوم کی طرح جو اپنے "تغلبی" قبیلے کی مدح سرائی کرتا ہے، کہتے ہیں کہ

اذا بلغ الفطام لنا صبی تخرّ له الجبابر ساجدینا[۴]

۱؎ المعلقۃ: له ایطلا ظبی وساقا نعامة ÷ وارخاء سرحان وتقریب تتفل ÷ ۲؎ مقصورہ: یجری فتنکبو الریح فی غلوائه ÷ حتی تلوذ بجراثیم السحاء ÷ اذا اجتهدت نظرا فی اثرہ ÷ قلت سنا اومض او برق خفاء ÷
۳؎ شاہنامہ: ز شیر شتر خوردن و سوسمار ÷ عرب را بجائے رسید است کار ÷
کہ تاج کیاں را کند آرزو ÷ تفو باد بر چرخ گردوں تفو ÷ ۴؎ المعلقۃ لعمرو بن کلثوم۔

بلکہ یوں کہتے ہیں کہ ؎

ھم الأولیٰ ان فاخروا قال له العلیٰ　　بنی امرئ فاخرکم عفر السیری

اور نہ ہی حارث بن حلزہ کی طرح لوگوں سے نالاں ہو کر کہتے ہیں کہ ؎

ان اخواننا الاراقم یغلون　　علینا فی قیلھم احفاء[1]

بلکہ عراق اور اہل عراق کے لئے جن میں ان کے حاسدین بھی تھے کہتے ہیں کہ ؎

انّ العراقَ لم افارق اھله　　عن شنآن صدّنی ولا قِلیٰ

ولا اطّبی عینیّ مذ فارقتھم　　شیٔ یروق العین من ھذا الوریٰ

عشقیہ مضامین میں بھی ان کے قلم سے پا فرسودہ باتیں نہیں نکلتیں اور مثل امرؤ القیس، اس طرح نغمہ سرائی نہیں کرتے کہ ؎

وما ذرفت عیناك الا لتضربی　　بسھمیك فی اعشار قلبٍ مقتّل[2]

بلکہ اسی مضمون کو ایک اچھوتا لفظی جامہ پہناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

لو ناجت الاعصم لانحطّ لھا　　طوع القیاد من شماریخ الذریٰ[3]

او صابت القانت فی مخلولق　　مستصعب المسك وعر المرتقیٰ

الھاہ عن تسبیحه ودینه　　تأنیسھا حتّیٰ تراہ قد صبا

اور جب شجاعت کے جوہر دکھانا مقصود ہوتا ہے تو عنترہ کے مانند نہیں للکارتے کہ

واذا ظُلمت فان ظلمی باسل　　مرّ مذاقته کطعم العلقم[4]

بلکہ خم ٹھوک کر کہتے ہیں ؎

ما دست من لو ھوت الافلاك من　　جوانب الجوّ علیه ما اشتکیٰ

---

[1] المعلقہ حارث بن حلزہ۔ [2] المعلقۃ (ترجمہ) تیرے نگاہ تیر نے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔
[3] مقصورہ: (ترجمہ) اگر محبوبہ پہاڑی بکری سے مخاطب ہو تو وہ بھی اپنا بسیرا چھوڑ کر چلی آئے اور کوہِ ہمالیہ پہ رہنے والے تپسوی سادھوؤں کو بھی ان کی عبادت سے غافل کر دے۔
[4] المعلقۃ للبید۔

اور نہ ہی طرفہ کی مانند خیال کرتے ہیں کہ ؎

إذا القوم قالوا من فتی؟ خلت انّنی عنیت فلم اکسل ولم اتبلّد[1]

بلکہ ببانگِ دہل کہتے ہیں ؎

فان سمعت برحی منصوبة للحرب فاعلم انّنی قطب الرحیٰ

وان رأیت نار حرب تلتظی فاعلم بأنّی مسعر ذاك اللظیٰ

منظر نگاری میں ان کا قلم لبید کی منظر نگاری سے زیادہ حقیقت پسندانہ رویّہ اختیار کرتا ہے اور جب وعظ و تلقین پر اتر آتے ہیں تو زہیر بن ابی سلمیٰ سے بھی گوئے سبقت لے جاتے ہیں۔

ان تمام شاعرانہ نکات کے باوجود اس قصیدہ کا چہرہ مہرہ بالکل اسلامی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ بزرگانِ سلف سے یہ رسم چلی آتی ہے کہ ہر کام میں خدا کی حمد اور نبی پاکؐ پر درود ہونا چاہیئے۔ چنانچہ یہ دونوں باتیں اس میں موجود ہیں۔ حمد کے لئے ارشاد ہوتا ہے ؎

ینوی الّتی فضّلها ربّ العلیٰ لما دحیٰ تربتها علی البنیٰ

اور درود کے لئے کہتے ہیں ؎

صلّی علیه الله ما جنّ الدّجیٰ وما جرت فی فلك شمس الضّحیٰ

پھر جابجا قرآن پاک کی آیات اور احادیثِ نبوی کو تضمین کرتے جاتے ہیں، مثال کے طور پر یہ شعر ملاحظہ ہو:-

والحمد خیر ما اتخذت عدّة وانفس الاذخار من بعد التّقی

کیا اس کا دوسرا مصرعہ آیۂ شریفہ "فان خیر الزّاد التقوی" کی تشریح نہیں ہے؟

اور ؎ وکل قرن ناجم فی زمن فهو شبیه زمن فیه بدی

کیا یہ وہ حدیث نہیں ہے جس کا مضمون ہے "النّاس بزمانهم اشبه منهم بآبائهم"؟۔

---

[1] المعلقة لطرفة۔

ان کی قسمیں بھی قرآن مجید کی قسموں سے مطابقت رکھتی ہیں اور وہ اونٹ کی نئے کھاتے ہیں کہ سورۂ غاشیہ میں اور سورۂ حج میں اس کا ذکر موجود ہے اور اسی طرح کا ذکر بھی سورۂ عادیات میں اور سورۂ نحل میں موجود ہے پھر اس کی قسم کھانے سے کیا کریں۔ اگر یعرب کا ذکر کرتے ہیں جو زمانہ ماقبل اسلام کے لوگ ہیں تو وہ بھی اس۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں[۱]۔

غرضیکہ مذکورہ تینوں باتیں اس قصیدہ میں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں، اس میں بھی بہت سی لفظی اور معنوی خوبیاں اور تاریخی اور ادبی نکات ہیں، مثلاً وہ امرؤا وضاح، زبّار کا ذکر کرتے ہیں اور ایام العرب۔ کی یاد کو تازہ کرا دیتے ہیں۔ پھر "الصباح یحمد القوم السری" والی ضرب المثل لاکر خالد بن ولیدؓ کی بات کو دماغ پر منعکس کر دیتے ہیں، اور "بلغ السیل الزبی" والی مثل بیان کرکے حضرت عثمانؓ کے آخری لمحات کا نقشہ ہمارے سامنے لاکر کھڑا کر دیتے ہیں۔ اور پھر "بنت ثمانین" محاورہ استعمال کرکے علم فقہ کے احکام کو نظروں کے سامنے لے آتے ہیں اور "ام الـ اور" ام ابیہ امّہ" یا "بنت اخیہ" والے مرکب الفاظ لاکر ذوالرمہ کی شاعری کا بیان شروع کر دیتے ہیں۔ اور "یاھولیا" کہہ کر ان کنیزوں کی طرف اشارہ کرتے جو ان کے زمانہ میں امیروں اور رئیسوں کے گھروں میں پائی جاتی تھیں اور جن کا ذکر ابو نے اپنے اشعار میں کئی جگہ کیا ہے۔

ان تمام وجوہات کی بنا پر ابوالطیب اللغوی نے کہا تھا کہ "انا اعلم اور اس قسم اشعار کسی کے سینہ میں نہیں پلتے گئے بجز خلف الاحمر اور ابن درید"۔ مسعودی بھی اس کے ہم نوا معلوم ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ابن درید نے ہر قسم کی شاعری کی اور ان کے اشعار دل کو ہلا دیتے ہیں[۲]۔ مرزبانی کہتے ہیں کہ ابن درید بڑے پُرگو شاعر تھے۔ اسی طرح ہرآ

---

[۱] مقصورہ: هم الاولیٰ جوهرهم اذا اعتزوا من جوهر منه النبی المصطفیٰ

[۲] المسعودی: مروج الذہب۔

والے دور میں لوگوں نے ان کو یہ کہہ کر خراج تحسین دی کہ "ھو اشعر العلماء و اعلم الشعراء[۱] - یعنی علماء میں سب سے بڑے شاعر اور شاعروں میں سب سے بڑے عالم"

باوجود ان تمام کمالات کے اہل زمانہ میں سے چند افراد نے ان کے بلند پایہ ہونے سے انکار کیا اور کئی لوگوں نے ان کے مقصورہ کی ریس میں اپنے طور پر مقصورے لکھے[۲] ان میں سب سے زیادہ مشہور مقصورہ ابوالقاسم علی بن محمد بن ابی الفہم الانطاکی التنوخی[۳] کا ہے - لیکن آج ان مقصوروں کو کوئی نہیں جانتا. لیکن ابن درید کا مقصورہ اب تک نصاب تعلیم میں کئی مدارس میں داخل ہے اور اس پر عربی زبان میں قریب پینتیس شرحیں لکھی جا چکی ہیں[۴]۔

نہایت مسرت کا مقام ہے کہ ہمارے ملک کے ایک مشہور ادیب حسن بن محمد الصاغانی نے [illegible] اس کی شرح لکھی تھی اور یادش بخیر پروفیسر محمد ابراہیم ڈار نے ۱۹۴۷ء میں اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا جو چھپ چکا ہے - ایک اور ادیب پروفیسر سیّد محمد بدر الدین علوی نے ۱۳۶۵ھ میں ان کے اشعار یکجا کرکے دیوان کی شکل میں شائع کیا ہے -

---

۱ السیوطی : بغیۃ الوعاۃ . السمعانی : کتاب الانساب - یاقوت الحموی : ارشاد الادیب الی معرفۃ الادیب - ابن خلکان : وفیات الاعیان

۲ و ۳ المسعودی مروج الذہب

۴ مقدمہ شرح مقصورہ للخطیب التبریزی ۔